

سلسلہ اشاعت 195

مقتل ابو مخنف کا تفتیشی مطالعہ

مصنف

آیۃ اللہ العظمیٰ سید العلماء سید علی نقی نقوی طاب ثراہ

ناشر

ڈیجیٹل لائبریری آف نور ہدایت فاؤنڈیشن

امام باڑہ غفران مآب، مولانا کلب حسین روڈ، چوک، لکھنؤ ۲۲۶۰۰۳ (یوپی) انڈیا



سید المفسرین صدر المحققین سید العلماء آیۃ اللہ العظمیٰ سید علی نقی نقویؒ

ابن ممتاز العلماء آیۃ اللہ سید ابوالحسن نقویؒ

ولادت ۲۶ رجب ۱۳۲۳ھ مطابق ۱۹۰۵ء

وفات یکم شوال ۱۴۰۸ھ مطابق ۱۸ مئی ۱۹۸۸ء



نام کتاب : مقتل ابو مخنف کا تفتیشی مطالعہ

مصنف : مولانا سید ابوالاعلیٰ مودودی و آیۃ اللہ العظمیٰ سید العلماء مولانا سید علی نقی نقوی طاب ثراہ

تاریخ و سنہ اشاعت (آٹلائن) ۷ / جنوری ۲۰۲۰ء

ناشر : ڈیجیٹل لائبریری آف نور ہدایت فاؤنڈیشن

مدیر : سید مصطفیٰ حسین نقوی اسیف جاسی

نائبین مدیر: بنت زہرہ نقوی ندی الہندی

سید قائم مہدی نقوی تہذیب نگروری

فیروز علی کوپا گنج منو (ترتیب کار)

عظمت علی مبارکپوری

امام باڑہ غفران مآب، مولانا کلب حسین روڈ،

چوک، لکھنؤ ۲۲۶۰۰۳ (یوپی) انڈیا

عرض نور

علم و ادب کی دنیا میں 'ماہنامہ' کی اپنی ابلاغی اہمیت ہوتی ہے۔ یہ 'جلد بازی' کے ادب، صحافت میں ایک حد تک استقامت کا رنگ بھر کر اسے علمی و ادبی متانت کا قابل توجہ بنا دیتا ہے اور 'کتابی' انداز کی پذیرائی اور یادگاری کے قریب تر کر دیتا ہے۔ کچھ یہی وجہ ہے کہ آج کے ترقی یافتہ دور میں علمی و سائنسی تحقیقی مجلوں میں ماہنامہ کا غلبہ قائم ہے۔ ایسے مجلے عموماً اختصاصی ہو گئے ہیں اور اپنے معیار و مقدار کے لحاظ سے بڑے معتبر و موثر ہو چکے ہیں۔

دینی و ملی ماہنامہ جو بنیادی طور پر اختصاصی ہوتے ہیں، ان کی بھی اپنی روایت رہی ہے اور اپنا خاص مقام۔ اردو زبان میں برصغیر ہند میں ایسے ماہناموں کی تاریخ قدیم بھی ہے اور درخشاں بھی۔

ماہنامہ 'شعاع' عمل ایسے ماہناموں کی صف میں شامل ہونے والا نسبتاً تازہ اضافہ ہے۔ پھر بھی یہ اپنی اشاعت کی صدی برسوں پہلے مکمل کر چکا ہے اور دوسرے عشرہ کی تکمیل کی طرف اپنے استقلال کے ساتھ بڑھ رہا ہے۔ اس 'کم عمری' میں اپنے نمود اور بلوغ نظر کے جھنڈے گاڑ چکا ہے۔ ساتھ ہی کئی جہات سے اپنے امتیازات اور خصوصیات ثبت کر چکا ہے۔ 'شعاع' عمل میں ابتدا سے معیاری علمی و تحقیقی مشمولات کے ساتھ 'یادگاری' کا عنصر نمایاں رہا ہے۔ علم و قلم کی نوا بلغ روزگار ہستیوں کی یادگار زمانہ مضامین کے ساتھ اس کا ہر شمارہ یادگار اور قابل قدر ہوا اور مقبول عوام و خواص بھی۔ اسی یادگاری کے عنصر کے پیش نظر اس کے مطبوعہ و مطبوع عام معیاری مضامین کو ایک ایک کر کے سر دست نور ہدایت فاؤنڈیشن کی آن لائن ڈیجیٹل لائبریری سے سالکانِ راہِ تحقیق کے لئے شائع کیا جا رہا ہے۔

زیر نظر پیش کش بھی مذکورۃً بالاسلسلہ کی ۱۹۵۱ ویں کڑی ہے جس کا موضوع
مقتل ابوحنفہ کا تفتیشی مطالعہ ہے۔ اور جس کے مصنف آیۃ اللہ العظمیٰ سید العلماء مولانا سید
علی نقی نقوی طاب ثراہ ہیں۔

امید ہے، ہمارے اہل ذوق و نظر قارئین کرام ہماری اس پیش کش کو بھی شرف
قبولیت اور ہمیں اپنے مفید آرا سے سے نوازیں گے۔

سید مصطفیٰ حسین نقوی اسیف جاسی
دبیر مؤسسۂ نور ہدایت، لکھنؤ



مقتل ابو مخنف کا تفتیشی مطالعہ

آیۃ اللہ العظمیٰ سید العلماء مولانا سید علی نقوی طاب ثراہ

ابو مخنف لوط بن یحییٰ بلاشبہ واقعہ کربلا کی تاریخ کا قدیم ترین مصنف ہے چنانچہ چوتھی صدی ہجری کی قدیم کتاب ”فہرست ابن ندیم“ میں بھی اس کے تصانیف میں ”کتاب مقتل الحسین علیہ السلام“ کا ذکر موجود ہے۔ اس کے علاوہ بھی اسلامی تاریخ کے اہم واقعات پر اس کے کثیر التعداد تصانیف کا ذکر ہے، جن میں واقعہ کربلا اور اس کے اسباب و نتائج کے سلسلہ میں حسب ذیل کتابوں کے نام ہیں:

کتاب الحمل، کتاب صفین، کتاب مقتل علی، کتاب مقتل حجر بن عدی، کتاب مقتل محمد بن ابی بکر والاشتر و محمد بن ابی حذیفہ، کتاب الشور فی قتل عثمان، کتاب وفاة معاویہ و ولایۃ ابنہ یزید و وقعتہ الحرہ، کتاب المختار بن ابی عبید، کتاب سلیمان بن سرد و عین الوردۃ، یہ کتابیں تیسری اور چوتھی صدی تک بلاشبہ موجود تھیں، چنانچہ مسعودی، طبری اور ابو حنیفہ دینوری ایسے سنی مورخ اور اسی دور کے جناب شیخ مفید علیہ الرحمہ شیعہ مورخ سب نے ابو مخنف سے واقعات نقل کئے ہیں۔

ابو مخنف کا نام و نسب ”لوط بن یحییٰ بن سعید بن مخنف بن سلیم از دی“ ہے۔ یہ مخنف بن سلیم جو ابو مخنف کے پردادا ہیں، صحابہ رسولؐ میں سے جناب امیر علیہ السلام کے اصحاب میں تھے جیسا کہ ابن الندیم نے لکھا ہے:

كَانَ مُحَمَّدُ بْنُ سُلَيْمٍ مِنْ أَصْحَابِ عَلِيٍّ وَرَوَى عَنِ النَّبِيِّ ۚ
مُحَمَّدُ بْنُ سُلَيْمٍ حَضَرْتُ عَلِيٍّ كَ الْأَصْحَابِ فِي سَعَةِ تَحْتِ وَأَوَّلَهُمْ نَبِيُّ رَسُوْلِهِ ﷺ
سے بھی روایت کی ہے۔

حافظ ابن حجر عسقلانی نے اصحابہ قسم اول میں ان کا نسب اس طرح لکھا ہے: مُحَمَّدُ بْنُ
سُلَيْمٍ بْنُ حَارِثِ بْنِ عَوْفٍ بْنِ ثَعْلَبَةَ بْنِ عَامِرٍ بْنِ ذُهَلٍ بْنِ مَازِنٍ بْنِ ذِيانٍ بْنِ ثَعْلَبَةَ بْنِ
غَامِدِيٍّ۔

عوام کے ایک طبقہ میں ابو محمد کے متعلق یہ عجیب افواہی روایت رہی ہے کہ وہ
واقعہ کربلا میں ابن زیاد کی فرستادہ فوج میں واقعہ نگار کی حیثیت سے شامل تھا، اس کی قطعاً
کوئی اصلیت نہیں ہے بلکہ وہ واقعی اور مدائنی وغیرہ کی طرح کا ایک مورخ ہے۔ چنانچہ
ابن ندیم نے ان ہم پلہ مورخین کے موازنہ میں علماء کا یہ قول نقل کیا ہے کہ ابو محمد عراق
اور اس کے حالات و فتوحات میں دوسروں سے امتیاز رکھتا ہے، اور مدائنی خراسان اور
ہندوستان اور اس کی تاریخ میں بڑھا ہوا ہے اور واقعی حجاز اور سیرت نبویؐ کے حالات میں
اور شام کے فتوحات کے بارے میں، یہ سب یکساں حیثیت رکھتے ہیں۔

اس کے دوسرے بعض معاصرین کی بھی واقعہ کربلا کے سلسلہ میں کتابیں ان کے
حالات میں درج ہیں لیکن جیسا کہ لکھا گیا ابو محمد نے اس واقعہ اور اس کے اسباب و نتائج
کے متعلق متعدد تصانیف پر قلم کئے اور بلاشبہ واقعہ کربلا کے کسی بھی تاریخ نگار کے لئے اس
کے تصانیف کی وہ اہمیت ہے جو اس کے بعد کی لکھی ہوئی تاریخوں کی نہیں ہو سکتی، مگر
دست برد زمانہ نے اس کے کثیر التعداد تصانیف میں سے جو واقعات اسلامی پر تھے، ایک کو
بھی ہم تک پہنچنے نہ دیا اور ہمارے علم میں اس وقت روئے زمین پر کہیں اس کے ان

تصانیف کا پتہ نہیں ہے۔

صرف ایک کتاب ”مقتل ابو مخنف“ کے نام سے خاص واقعہ کر بلا کے متعلق دنیا میں پائی جاتی ہے اور اگر وہ واقعی مقتل ابو مخنف ہے جو اس کے قلم سے معرض تحریر میں آیا تھا تو اس کی عظیم تاریخی اہمیت ہوگی، چنانچہ اس کی اسی شہرت کی وجہ سے اسے کئی مرتبہ ایران میں طبع کیا گیا۔ علحدہ بھی اور بحار الانوار علامہ مجلسی جلد عاشتر کے ضمیمہ کے طور پر بھی اور ایران میں کسی آقا محمد طاہر بن محمد باقر الموسوی نے بھی اس کا فارسی ترجمہ کیا جس میں دو چار جگہ کچھ مختصر سافند و تبصرہ بھی ہے اور حاشیہ پر اصل متن بھی درج ہے۔ یہ ۱۳۲۲ھ میں طبع ہوا۔ اس کا نام ”مِفْتَاحُ الْبُكَاءِ“ ہے۔

حیدرآباد کے جناب سید حسن علی صاحب فغال مرحوم نے اس فارسی ترجمہ کو سامنے رکھ کر اس کا اردو میں ترجمہ کیا، جو غالباً ابھی طبع نہیں ہوا ہے۔

مگر سب سے پہلے چونکا نے والی یہ حقیقت سامنے آتی ہے کہ تیسری اور چوتھی صدی ہجری کے جن مورخین نے ابو مخنف کے حوالہ سے جو واقعات درج کئے ہیں، وہ اس مقتل ابو مخنف میں نہیں ہیں اور اس مقتل میں جو باتیں ہیں وہ اس دور کے مورخین نے اپنی کتابوں میں درج نہیں کی ہیں۔

اس پہلو پر گزشتہ صدی میں جب کہ یہ مقتل رائج ہو چکا تھا بعض مولفین کو توجہ ہوئی، چنانچہ ملا آقا در بندی نے اسرار الشہادت میں اس مقتل سے کچھ روایات کو درج کرنے کے بعد لکھا:

مَا نَقَلْنَا أَوَّلًا عَنِ الْكِتَابِ الصَّغِيرِ لِأَبِي مُحَمَّدٍ أَمَّا نَقَلَهُ عَنْهُ هُوَ لَا
الْفَضْلَاءُ فَلَعَلَّهُ هُوَ الْمَذْكُورُ فِي كِتَابِهِ الْكَبِيرِ وَلَمْ يَحْضُرْ فِي الْأَن.

جوروایات ہم نے پہلے درج کئے وہ ابو مخنف کے چھوٹے مقتل سے ماخوذ ہیں اور سابق کے حضرات نے جوروایات درج کئے ہیں وہ شاید اس کی بڑی کتاب میں ہوں گے، اور وہ اس وقت میرے سامنے نہیں ہیں۔

حالانکہ اول تو جن مصنفین کی کسی موضوع پر دو کتابیں ہوتی ہیں چھوٹی اور بڑی، ان کے حالات میں فہرست تصانیف میں اس کا ذکر موجود ہوتا ہے جس کی نظیریں بہت ہیں۔ مگر ابو مخنف کے حالات میں کسی نے نہیں لکھا ہے کہ اس کی مقتل الحسین کے نام سے دو کتابیں ہیں، ایک مختصر اور ایک طولانی۔

پھر یہ کہ مختصر اور طولانی کا فرق صرف اتنا ہونا چاہیے کہ جو واقعات ان علماء نے درج کئے، ان میں سے بعض اس مختصر میں نہ ہوتے، نہ کہ اس مختصر میں ایسی بہت سی باتیں درج ہوتی جو اس بڑی کتاب میں نہیں ہیں، اور اس لئے دوسرے علماء نے اپنی کتابوں میں انہیں نہیں لکھا ہے جیسا کہ ہمارے بعد کے تفتیشی جائزہ سے ظاہر ہوگا۔

پھر یہ کہ چونکہ ملا آقا در بندی کے زمانہ میں دنیا کے باہمی مواصلات کے ذرائع کم تھے، اس لئے انہوں نے بنظر احتیاط اپنی کوتاہی معلومات کا اندیشہ کرتے ہوئے یہ لکھ دیا کہ وہ بڑا مقتل میرے سامنے نہیں ہے، لیکن اب جب کہ ذرائع مواصلت اطراف دنیا کے درمیان اتنے ہو گئے ہیں کہ تقریباً تمام بڑے بڑے کتب خانوں کے موجودہ ذخیروں کا علم ایک مصنف کو اپنی جگہ پر بیٹھے بیٹھے ہو جاتا ہے کہ یہ کتاب کہاں موجود ہے مگر ہمارے علم میں اس مقتل ابو مخنف کے علاوہ جو ہاتھوں میں موجود ہے دنیا میں مقتل ابو مخنف نام کی اس بڑی کتاب کا کہیں بھی پتہ نہیں ہے۔

اسی بناء پر ہمارے مشائخ روایت میں سے آقا حاج شیخ قمی علیہ الرحمہ نے جو اپنے استاد

علامہ نوری کے بعد کے ان گنے چنے وسیع النظر محدثین میں سے تھے جنہیں اس دور کے مجلسی کی حیثیت حاصل تھی، یہی رجحان ظاہر کیا ہے کہ اس مقتل ابو مخنف کی جو اس وقت رائج ہے کوئی تاریخی حیثیت نہیں ہے۔

میں بھی شروع سے یہی خیال رکھتا ہوں جسے اپنی بعض کتابوں میں لکھ بھی چکا ہوں۔ کچھ عرصہ قبل غور سے بالاستیعاب اس مقتل کو شروع سے آخر تک پڑھا تو اس خیال میں مزید قوت پیدا ہو گئی کہ وہ مقتل ابو مخنف جس سے قدیم مورخین نے روایات نقل کئے کوئی اور تھا اور اسے اب بس اُن تاریخوں کی مدد سے کسی حد تک مرتب کیا جاسکتا ہے لیکن اس کا کتابی صورت میں اس وقت کہیں پتہ نہیں ہے۔

اور یہ جو مقتل ابو مخنف کے نام سے موجود ہے، بالکل بے اصل چیز ہے اور جیسا کہ ابھی اس کے مندرجات کے سامنے آنے سے ظاہر ہوگا۔ اسے قبول عام بھی حاصل نہیں ہوا ہے اور بعض اجزاء اس کے دین یا تاریخ کے قطعی حقائق سے متصادم ہیں جنہیں رد کرنا لازم ہے۔ ملاحظہ ہوں ذیل کے مندرجات:

[۱]

سلیمان بن صُرَدِزَاعی، مسیب بن عَجِیہ اور سعید بن عبد اللہ حنفی کا بعد تکمیل صالح امام حسنؑ کے پاس آنا اور آپ کے طرز عمل سے اختلاف ظاہر کرنا۔ اس کے بعد ہے خود اُن اشخاص کی زبانی:

فَخَرَجْنَا مِنْ عِنْدِهِ وَخَلْنَا عَلَى أَخِيهِ الْحُسَيْنِ عَلَيْهِ السَّلَامُ وَهُوَ يَأْمُرُ غُلَمَانَهُ بِالْخُرُوجِ إِلَى الْمَدِينَةِ ثُمَّ جَاءَنَا وَجَلَسَ مَعَنَا سَلَّمَ عَلَيْنَا فَرَدَدْنَا عَلَيْهِ السَّلَامَ فَرَأَى فِي وُجُوهِنَا الْكَابَةَ وَالْحُزْنَ فَسَبَقْنَا بِالْكَلَامِ وَقَالَ الْحَمْدُ لِلَّهِ كَمَا هُوَ

أَهْلُهُ إِنَّ أَمْرَ اللَّهِ كَانَ قَدَرًا مَقْدُورًا إِنَّهُ كَانَ أَمْرًا مَقْضِيًّا وَاللَّهُ لَوِ اجْتَبَعَتْ
الْإِنْسُ وَالْجِنُّ عَلَى الذِّئْبِ كَانَ أَنْ لَا يَكُونَ لَهَا اسْتِطَاعُوا وَلَقَدْ كُنْتُ
طَيْبَ النَّفْسِ أَنْ لَا يَكُونَ الذِّئْبُ كَانَ حَتَّى عَزَمَ عَلَى أَخِي الْحَسَنِ عليه السلام
وَنَاشَدَنِي اللَّهُ أَنْ لَا أَنْفُذَ أَمْرًا أَوْ لَا أُحَرِّكَ سَاكِنًا فَأَطَعْتُ وَكَانَ يَجِدُ
جَادِعٌ أَنْفِي بِالسَّكَاتِ وَيَشْرَحُ لِحَبِي بِالْمَنَاشِيرِ قَاطِعَةً كُرْهَا وَقَدْ كَانَ
صُلْحًا مَيْشُومًا وَبَيْعَةً كُنْتُ لَهَا كَارِهَا.

اس کے بعد ہم آپ کے پاس سے باہر نکلے اور اب آپ کے بھائی امام حسینؑ کے پاس آئے در آنحالیکہ آپ اپنے غلاموں کو مدینہ کی طرف روانگی کے متعلق ہدایات فرما رہے تھے، جس کے بعد آپ ہمارے پاس تشریف لائے اور سلام و جواب سلام کے بعد ہمارے پاس بیٹھے تو آپ نے ہمارے چہروں سے رنج و ملال محسوس کیا، تو خود کلام میں ابتدا فرمائی اور کہا کہ بہر حال اللہ کے لئے حمد ہے جو اس کے شایان شان ہے، اللہ کا حکم فیصلہ تقدیر کی حیثیت رکھتا ہے اور جو کچھ اس وقت ہوا ہے وہ بھی قضائے الہی کا نتیجہ ہے۔ بخدا تمام آدمی اور جنات مل کر کوشش کرتے کہ جو ہوا وہ نہ ہو تو وہ ایسا نہ کر سکتے، اور میری خوشی یہ تھی کہ جو ہوا یہ نہ ہو مگر بھائی حسنؑ نے مجھے قسم دی کہ میں کوئی بات نہ کروں اور ذرا بھی جنبش سے کام نہ لوں تو میں نے ان کے حکم کی تعمیل کی، حالانکہ مجھے محسوس یہ ہوتا تھا کہ کوئی میری ناک چھریوں سے کاٹ رہا ہے اور میرے گوشت کو کوئی آروں سے چیر رہا ہے، پھر بھی میں نے مجبوراً ان کا کہنا مانا اور یہ بڑی بد بختی نہ صلح تھی اور ایسی بیعت تھی جسے میں قطعی ناپسند کرتا تھا۔

ہم نے اپنی کتابوں میں قطعی دلائل سے ثابت کیا ہے کہ امام حسینؑ بھی صلح امام حسنؑ سے متفق تھے، چنانچہ آپ وفات امام حسنؑ کے بعد بھی دس برس تک اسی صلح کے جادے پر قائم رہے۔

[۲]

معاویہ کی موت کے وقت یزید شکار کے لئے گیا ہوا تھا اور اسے شکار گاہ میں اس کی اطلاع ہوئی۔ مگر اس مقتل میں ہے:

”كَانَ يَزِيدُ غَائِبًا عَنْهُ وَذُكِرَ أَنَّهُ كَانَ وَالِيًا عَلَى حِمصٍ۔“
 ”یزید وہاں موجود نہ تھا اور بیان کیا گیا ہے کہ وہ حمص کا گورنر تھا“
 اس کے بعد لکھا ہے:

”وَدَخَلَ يَزِيدُ دَارَهُ لَمْ يَخْرُجْ إِلَى النَّاسِ إِلَّا بَعْدَ ثَلَاثَةِ أَيَّامٍ فَلَمَّا كَانَ الْيَوْمُ الرَّابِعَ خَرَجَ أَشْعَثُ أَغْبَرُ فَمَلَسَ فَلَمْ يَدْرُوا بِعَزْوَنِهِ أَمْ يَهَيُّونَهُ۔“
 ”اور یزید اپنے گھر میں چلا گیا اور تین دن سے پہلے گھر کے اندر سے نہیں نکلا۔ جب چوتھا دن ہوا تو وہ نکلا اس طرح کہ بال پریشان تھے اور گرد و غبار پڑا ہوا تھا۔ لوگوں کی سمجھ میں نہ آیا کہ وہ تعزیت ادا کریں یا مبارکباد دیں“
 اس کے بعد ہے:

”ثُمَّ دَخَلَ عَلَيْهِ الضَّحَّاكُ بْنُ قَيْسٍ دَفَعَ الْوَصِيَّةَ فَلَمَّا آتَى إِلَى أَخِيهَا بَكْرِ حَتَّى غُشِّيَ عَلَيْهِ۔“
 ”پھر ضحاک بن قیس اس کے پاس آیا اس نے معاویہ کا وصیت نامہ دیا۔ اسے پورا پڑھ لیا تو وہ اتنا رویا کہ اسے غش آگیا“

یہ تمام باتیں تاریخی حیثیت سے عجائبات میں داخل ہیں۔

[ۛۛ]

ولید نے جب بیعت یزید کا مطالبہ امام حسینؑ کے سامنے پیش کیا تو اتنا درست ہے کہ حضرت نے فرمایا:

میری خفیہ بیعت پر تو راضی نہ ہو گے جب تک اس کا اعلان نہ ہو۔

اس نے کہا بیشک۔

آپ نے فرمایا:

”پھر ابھی کیا ہے؟ جب مسجد میں لوگوں کو جمع کرنا اور سب سے بیعت کا مطالبہ کرنا

تب مجھ سے بھی کہنا۔ پھر جو مناسب جواب ہوگا، وہ جواب دیا جائے گا۔“

مگر اس مقتل میں یہاں پر یہ فقرہ زائد ہے:

”إِنْ خَرَجْتَ إِلَيْهَا الْأَمِيرُ إِلَى النَّاسِ وَدَعَوْتَهُمْ إِلَى الْبَيْعَةِ كُنْتُ أَوَّلَ

مُبَايِعٍ۔“

”جب باہر نکلنے کا اے امیر! تمام لوگوں کے مجمع میں اور انہیں بیعت کی دعوت

دیکھنے کا تو میں سب سے پہلے بیعت کرنے والا ہوں گا۔“

اس فقرہ کی نسبت امام کی طرف قطعاً درست نہیں ہے۔

[ۛۛ]

جناب مسلمؒ سے بیعت کرنے والے اٹھارہ ہزار مشہور ہیں۔ بعض کتابوں میں بارہ ہزار

کی تعداد ہے۔ مگر اس مقتل میں ہے:

”بَايَعَهُ فِي ذَلِكَ الْيَوْمِ ثَمَانُونَ أَلْفَ رَجُلٍ“
 ”اسی دن اسی ہزار آدمیوں نے ان کی بیعت کی“

[۵]

ص: ۴۱، جناب مسلم جب ہانی کے مکان میں تھے تو برابر لوگوں کی بیعت کا سلسلہ آپ سے جاری تھا اور تمام لوگ اس وقت تک بیعت پر قائم تھے جب تک کہ ہانی گرفتار ہوئے ہیں اور آپ ابن زیاد سے جنگ کے لئے نکلے ہیں۔ لوگوں کا آپ کی بیعت سے انحراف کرنا اور آپ کو تنہا چھوڑنا ایک دن کی جنگ کے بعد ہے۔

مگر اس مقتل میں ابن زیاد کے کوفہ میں داخلہ کے بعد ہی ہے کہ ابن زیاد نے

پہلا خطبہ پڑھا:

”فَلَمَّا سَمِعَ أَهْلُ الْكُوفَةِ جَعَلُوا بَعْضُهُمْ يَنْظُرُ بَعْضًا وَيَقُولُونَ مَا لَنَا
 وَالْدُّخُولُ عَلَى السَّلَاطِينِ فَتَقَضُّوا بَيْعَةَ الْحُسَيْنِ عَلَيْهِ السَّلَامُ وَبَايَعُوا يَزِيدَ بِلَا
 دِرْهِمٍ وَلَا دِينَارٍ قَالَ أَبُو عَتْنَفٍ وَكَانَ مُسْلِمًا بَنُ عَقِيلٍ قَدْ أَصْبَحَ كِي
 دَارِ الْقَوْمِ مَوْكُو عَالِمٍ يَخْرُجُ لِلصَّلَاةِ فَلَمَّا كَانَ وَقْتُ الظُّهْرِ خَرَجَ إِلَى
 الْمَسْجِدِ فَأَذَّنَ وَقَامَ وَصَلَّى وَحْدَهُ وَلَمْ يُصَلِّ مَعَهُ أَحَدٌ فَلَمَّا فَرَغَ مِنْ
 صَلَاتِهِ فَإِذَا هُوَ بِغُلَامٍ فَقَالَ يَا غُلَامُ مَا فَعَلَ أَهْلُ هَذَا الْبُيُوتِ فَقَالَ يَا
 سَيِّدِي نَقَضُوا بَيْعَةَ الْحُسَيْنِ وَبَايَعُوا يَزِيدَ فَلَمَّا سَمِعَ كَلَامَ الْغُلَامِ صَفَّقَ
 يَدًا عَلَى يَدٍ وَخَرَجَ يَخْتَرِقُ الشَّوَارِعَ حَتَّى بَلَغَ مَحَلَّةَ بَنِي خُزَيْمَةَ فَوَقَفَ هُنَاكَ
 بِإِزَاءِ بَيْتٍ شَاهِقٍ فَخَرَجَتْ مِنْ ذَلِكَ الْبَيْتِ جَارِيَةٌ فَقَالَ لَهَا لِمَنْ هَذِهِ
 فَقَالَتْ لَهَا بَنِي بَنِي عُرْوَةَ... الخ“

”تو جب اہل کوفہ نے سنا، ایک دوسرے کی طرف دیکھنے لگے اور کہنے لگے ہمیں بادشاہوں کے معاملات میں واقعی دخل دینے کی کیا ضرورت! اور سب نے امام حسینؑ کی بیعت توڑ دی اور بغیر کسی روپے پیسے کے یزید کی بیعت کر لی اور مسلم بن عقیل ان لوگوں کے گھر میں جن کے یہاں تھے، بیمار ہو گئے تھے، اس لئے نماز کے لئے برآمد نہیں ہوئے تھے اب جو ظہر کا وقت آیا اور وہ مسجد کی طرف نکلے تو اذان دی اور اقامت کہی اور اکیلے نماز پڑھی اور کسی نے ان کے ساتھ نماز نہیں پڑھی، تو جب وہ اپنی نماز سے فارغ ہوئے، تو ایک لڑکا سامنے آیا، انہوں نے پوچھا ارے بچے، یہ اس شہر والوں نے کیا کیا؟ کہا حضور! سب نے حضرت امام حسینؑ کی بیعت توڑ دی اور یزید سے بیعت کر لی۔ اس لڑکے سے یہ بات سن کر مسلم ہاتھ ملنے لگے اور نکلے سرکوں کو طے کرتے ہوئے یہاں تک کہ محلہ بنی خزیمہ میں پہنچے تو وہاں ایک عالیشان مکان نظر آیا، جس کے سامنے وہ ٹھہر گئے، تو اس مکان سے ایک کنیز باہر نکلی، انہوں نے پوچھا کہ یہ مکان کس کا ہے؟ اس نے کہا ہانی بن عروہ کا۔“

اس طرح جو صورت حال طومہ کے گھر تک پہنچنے کی تھی، وہ ہانی کے گھر تک پہنچنے میں درج کی گئی ہے۔ حالانکہ پھر اس کے بعد مسلم بن عویصہ کا لوگوں سے آپ کی بیعت لینا اور معقل کا پہنچنا اور ابو ثمامہ صاندی کا اسلحہ کی خریداری کے کام کو انجام دینا، اس سب کا ذکر ہے، جس کی گذشتہ بیان کے بعد کوئی گنجائش معلوم نہیں ہوتی۔

[۶]

ہانی کا دربار ابن زیاد میں جانا اور گفتگو کے بعد ابن زیاد کی سخت کلامی اور چھڑی سے

ان پر ضرب لگانا تو بہت تاریخوں میں ہے مگر اس مقتل میں ہانی کا ابن زیاد پر حملہ آور ہونا اور دربار کے تقریباً پچیس اشخاص کو قتل کر دینا مذکور ہے جو بالکل نئی چیز ہے۔
ہانی کے قتل کے بعد جناب مسلمؑ کا ان کے مکان سے نکلنا مذکور ہے اور چونکہ صاحب مقتل جناب مسلمؑ کا تنہا رہ جانا پہلے ہی لکھ چکا ہے، اس لئے اب وہ جناب مسلمؑ کی کوئی جنگ درج نہیں کرتا، بلکہ لکھتا ہے:

”خَرَجَ مِنَ الدَّارِ الَّتِي كَانَ فِيهَا يَخْتَرِقُ الشَّوَارِعَ وَالْمَحَالَّ حَتَّى خَرَجَ مِنَ الْكُوفَةِ وَآتَى إِلَى الْحَبِيزَةِ“

”وہ اُس گھر سے جس میں تھے نکلے، سڑکوں اور محلوں سے گزرتے ہوئے، یہاں تک کہ کوفہ سے باہر نکل گئے اور حیرہ کی طرف پہنچ گئے“

اور اب وہ طومہ کے گھر پر پہنچے ہیں۔ طومہ سے صبح کو جناب مسلمؑ نے اپنا خواب بیان کیا:
”إِنِّي رَقَدْتُ فَرَأَيْتُ عَمِّي أَمِيرَ الْمُؤْمِنِينَ وَهُوَ يَقُولُ لِي أَلَوْحًا أَلَوْحًا أَلْعَجَلِ الْعَجَلِ“

”میں سویا تو میں نے اپنے چچا جناب امیرؑ کو خواب میں دیکھا کہ فرماتے ہیں جلدی آؤ، جلدی آؤ“

[۷]

عام طور سے معلوم تو یہ ہے کہ جناب مسلمؑ کے قاتلوں میں بکر بن حمران خاص شخص تھا مگر اس مقتل میں جناب مسلمؑ کی جنگ میں ہے:

”فَاخْتَلَفَ بَيْنَهُ وَبَيْنَ بَكْرِ بْنِ حَمْرَانَ ضَرْبَاتٌ وَطَعَنَاتٌ فَعَا جَلَهُ مُسْلِمٌ فَضَرَبَهُ عَلَى أَمْرِ رَأْسِهِ فَقَتَلَهُ ثُمَّ عَطَفَ عَلَى آخَرٍ فَقَتَلَهُ“

”ان میں اور بکر بن حمران میں تلوار اور نیزہ کے کئی واروں کی رد و بدل ہوئی تو مسلمؑ نے تیزی سے کام لے کر اس کے سر پر تلوار ماری اور اسے قتل کر دیا، پھر ایک اور کی طرف مڑے اور اسے قتل کر دیا“

[۸]

ابن زیاد کے دربار میں عمر سعد سے جو وصیتیں جناب مسلمؑ نے فرمائیں، اس وصیت کا اس قتل میں یہ جز ہے:

”أَنْ تَكْتُبُوا إِلَى سَيِّدِي الْحُسَيْنِ أَنْ يَرْجِعَ عَنْكُمْ فَقَدْ بَلَغَنِي أَنَّهُ خَرَجَ بِنِسَائِهِ وَأَوْلَادِهِ“

”میرے آقا حسینؑ کو تم لوگ یہ خط لکھ دو کہ وہ واپس جائیں کیونکہ مجھے خبر معلوم ہوئی ہے کہ وہ اپنے اہل حرم اور بچوں کو لے کر روانہ ہو گئے ہیں“

یہ اس لئے درست نہیں کہ جناب امام حسینؑ تو مکہ معظمہ سے عین اسی تاریخ یا صرف ایک دن کے فرق کے ساتھ روانہ ہوئے تھے۔ جناب مسلمؑ اس کی خبر کیونکر پہنچ سکتی تھی؟

[۹]

امام حسینؑ کی مکہ سے روانگی جس طرح لکھی ہے، وہ بھی عجیب ہے۔ اس کا خلاصہ یہ ہے کہ آپ جناب مسلمؑ وہابی کی خبر نہ آنے سے گھبرا کر مکہ سے روانہ ہوئے اور پھر مدینے تشریف لے گئے، وہاں قبر رسولؐ سے رخصت ہوئے اور محمد بن الحنفیہ سے گفتگو فرمائی اور انہوں نے کہا کہ مکہ پھر واپس جائیے مگر آپ عراق کے ارادہ پر قائم رہے اور وجہ اس کی فقط مسلمؑ کی خبر نہ آنے سے پریشانی۔ یہ باتیں سب غیر مقبول حیثیت رکھتی ہیں۔

[۱۰]

ابن عباس نے جو گفتگو کی تھی وہ مکہ معظمہ میں تھی مگر یہاں ابن عباس بھی مدینہ ہی میں آئے اور انہوں نے اپنی رائے دی اور پھر عبداللہ بن زبیر بھی مدینہ ہی میں پہنچ گئے اور گفتگو کی، یہ باتیں بالکل غلط ہیں۔

[۱۱]

اس مقتل میں بھی مثل دیگر کتب کے یہ تصریح ہے کہ مسلمؑ اور ہانی کی شہادت کے

بعد:

”أَنْفَذَ بِرُؤُسِهِمَا إِلَى يَزِيدَ“

”ان کے سرزید کے پاس بھجوا دیئے“

مگر اس کے بعد کوفہ سے جناب مسلمؑ و ہانی کی خبر شہادت امام کے پاس پہنچنے کے حال میں دونوں کوفہ سے آنے والوں کی زبانی ہے:

”رَأَيْنَا رُؤُسَهُمَا فِي الْأَسْوَاقِ يَلْعَبُ بِهِمَا الصَّبِيَّانُ“

”ہم نے ان دونوں کے سر بازاروں میں دیکھے کہ بچے ان سے کھیل رہے ہیں“

جو ناقابل قبول ہے، اس روایت کے راوی کا نام بھی بالکل نیا ہے۔ عدی حرمہ بن عبد

رہ۔

[۱۲]

فوج حر کو پانی پلانے کے ذیل میں یہ ندرت ہے کہ جب فوج حرمہ نے آئی تو حرمہ نے

کہا:

”يَا أَبَا عَبْدِ اللَّهِ اسْقِنَا الْمَاءَ“

”اے ابو عبد اللہ! ہمیں پانی پلوائیے“

اس پر حضرت نے فرمایا:

”رَحِمَ اللَّهُ مَنْ سَقَاهُمْ وَأَسْقَى خِيُولَهُمْ“

”اللہ رحمت اتارے اس پر جو انہیں سیراب کرے اور ان کے گھوڑوں کو بھی

سیراب کرے“

ہمیں جو معلوم ہے وہ یہ ہے کہ خود حضرت نے ان کی تشنگی کی حالت دیکھ کر اپنی جماعت

سے فرمایا:

”اسْقُوا الْقَوْمَ وَرَشِّفُوا الْخَيْلَ تَرَشِّفًا“

”ان لوگوں کو پانی پلا دو اور گھوڑوں کو بھی ایسا سیراب کرو جو سیراب کرنے کا حق

ہے“

اسی روایت کے ذیل میں علی بن طعان محاربی کا نام بھی محفوظ ہے جس سے امام نے

فرمایا تھا: ”انخ الرواية“ ”شتر آب کش کو بٹھالے“

اور پھر حضرت نے خود اسے پانی پلایا تھا۔ مگر اس کتاب میں اس کا نام علی بن یقظان

درج ہے۔ یہ ممکن ہے چھاپہ کی غلطی ہو۔

[۱۳]

کوفہ سے آکر چار آدمی راستے میں امام حسینؑ سے ملحق ہوئے، ان کے ساتھ طرمح بن

عدی تھے، ہمیں معلوم ہے کہ وہ یہ رجز پڑھ رہے تھے:

”يَا نَاقَتِي لَا تَدْعِي مِن رَجَزٍ... الخ“

”یا ناقتی کے معنی ہیں ”اے میری اونٹنی“ اس میں مخاطب خود اپنے ناقہ کو بنایا ہے

جو عربوں کے رجز کے طریقے پر ہے،“

مگر اس مقتل میں ہے:

”أَخَذَ بِرَمَامٍ نَاقَةَ الْحُسَيْنِ عَلَيْهِ السَّلَامُ وَأَنْشَأَ يَقُولُ: يَا نَاقَتِي لَا تَذْعِرِي مِنِّي رَجُزِي... الخ“

”انہوں نے امام حسینؑ کے ناقہ کی مہار ہاتھ میں لی اور کہنے لگے: ناقہ! میری ڈانٹ ڈپٹ سے گھبرانا نہیں... الخ“

آخر امام کے ناقہ کی مہار تھام کر یہ کہنے کا کیا موقع تھا؟

[۱۴]

ہمیں تاریخ سے یہ علم ہے کہ ملک رے کی حکومت کا پروانہ ابن سعد کو پہلے مل چکا تھا اور جب کربلا کی مہم درپیش ہوئی تو اس سے ابن زیاد نے کہا کہ پہلے اس مہم کا سر انجام کر دو، پھر رے کی حکومت پر جانا اور ابن سعد نے اس کی تعمیل میں ٹال مٹول سے کام لیا تو اس نے کہا کہ پھر حکومت رے کا پروانہ واپس کر دو۔ اس پر عمر سعد کربلا جانے پر تیار ہو گیا۔ مگر اس مقتل میں ہے:

”ثُمَّ إِنَّ ابْنَ زِيَادٍ نَادَى بِعَسَاكِرِهِ وَقَالَ مَنْ يَأْتِينِي بِرَأْسِ الْحُسَيْنِ وَلَهُ لِمَلِكٍ الرَّئِىَ عَشْرَ سِنِينَ فَقَامَ إِلَيْهِ عُمَرُ بْنُ سَعْدٍ فَقَالَ أَنَا أَهْبَأُ الْأَمِيرُ فَقَالَ إِمُضْ إِلَيْهِ“

”پھر ابن زیاد نے اپنی فوج میں اعلان کیا اور کہا کہ کون میرے پاس حسینؑ کا سر لائے گا اور اسے دس برس تک کے لئے رے کی حکومت ملے گی تو عمر سعد کھڑا ہو گیا اور کہا کہ میں اسے انجام دوں گا اے امیر۔ کہا اچھا پھر جاؤ ان کے مقابلہ کو“

[۱۵]

ابن سعد کے اشعار:

”أَتَرَكْتُ مُلْكَ الرَّحَى - لَحْ“ والے تو مشہور ہیں مگر اس مقتل میں ان کے بعد ہاتف کی زبانی ان کا جواب بھی مذکور ہے جو اس مقتل کے منفردات میں سے ہے۔

[۱۶]

عمر سعد کی طرف سے کثیر بن شہاب بحیثیت قاصد بھیجا گیا اس موقع پر تاریخ طبری وغیرہ میں ہے کہ ابو ثمامہ صاندی نے کہا کہ میں تجھے تلوار لے کر نہ جانے دوں گا۔ مگر اس مقتل میں ابو ثمامہ کا ذکر بس اتنا ہے کہ انہوں نے کہا:

”هَذَا مِنْ أَشَرِّ أَهْلِ الْأَرْضِ“

”یہ دنیا کے بدترین لوگوں میں سے ہے“

مگر اس کے بعد ہے:

”فَقَالَ لَهُ زُهَيْرُ بْنُ الْقَيْنِ أَلَيْسَ سَلَا حَكَ وَأَدْخُلْ“

”زہیر قین نے اس سے کہا کہ اپنے ہتھیار کھول کر یہاں ڈال دو اور پھر اندر

جاؤ“

اس نے اس سے انکار کیا، اور واپس گیا۔ اس کے بعد پھر دوسرا قاصد خزیمہ کو بتایا گیا ہے، جو آکر انصار سید الشہدائی میں شامل ہو گیا اور شہید ہوا۔ اس کا کہیں دوسری جگہ ذکر نہیں ہے۔

[۱۷]

عمر سعد کے متعلق لکھا ہے کہ وہ رات کو آیا کرتا تھا اور کافی رات گئے تک امام حسینؑ سے گفتگو کیا کرتا تھا۔ اس پر خولی بن یزید نے شکایت کا خط ابن زیاد کو لکھا اور اس پر ابن زیاد

نے عتاب نامہ بھیجا، جس میں بندش آب کا حکم تھا۔

[۱۸]

گھاٹ پر پہرہ دینے کے لئے عمرو بن الحجاج زبیدی مقرر ہوا تھا۔ اس میں پہلے حجار بن ابجر کا نام ہے کہ وہ چار ہزار سواروں کا سردار بنا کر گھاٹ پر معین کیا گیا، پھر شنیث بن ربیع ایک ہزار سواروں کے ساتھ۔

[۱۹]

روز عاشور جو امام کا خطبہ ہے، اس کا بندش آب کے دوسرے دن یعنی ۸ محرم کو ذکر کیا گیا ہے۔ اسی طرح زبیر بن قین کی تقریر اور شمر سے رد و بدل اور اس کے بعد جناب عباسؑ کا ایک جماعت اصحاب کے ساتھ پانی لینے کو جانا اور جنگ اور شہادت کا واقعہ بیان کیا گیا ہے، جس میں وہ مشہور اجزاء بھی ہیں۔ یعنی فوج کو منتشر کر کے فرات پر آب کا پہنچنا، مشک بھرنا اور پانی چلو میں لے کر پینے کا ارادہ کرنا اور پھر امام حسینؑ کی پیاس یاد کر کے پانی کو پھینک دینا اور پیاسے نہر سے نکل آنا اور تیروں کی بارش ہونا اور اس کے بعد داہنے ہاتھ کا قطع ہونا اور پھر بائیں ہاتھ کا قطع ہونا، اس کے بعد ہے:

”فَأَنكَبَّ عَلَى السَّيْفِ بِفَيْهِ وَحَمَلَ عَلَى الْقَلْبِ فَقَاتَلَهُمْ قِتَالًا شَدِيدًا“

”انہوں نے تلوار کو اپنے منہ میں لے لیا اور قلب لشکر پر حملہ کر دیا اور سخت جنگ کی“

اس کے بعد سر پر لوہے کے عمود کا پڑنا اور گھوڑے سے زمین پر گرنا۔ اس موقع پر لکھا

ہے:

”وَهُوَ يَنَادِي يَا أَبَا عَبْدِ اللَّهِ عَلَيْكَ مِنَ السَّلَامِ“

”وہ صدادے رہے تھے اے ابو عبد اللہ! آپ کو میرا سلام قبول ہو“

پھر خلاف مشہور یہ بات ہے کہ امام حسینؑ کے لئے لکھا ہے:

”ثُمَّ حَمَلَ عَلَى الْقَوْمِ وَكَشَفَهُمْ عَنْهُ وَنَزَلَ إِلَيْهِ وَحَمَلَهُ عَلَى ظَهْرِ جَوَادِهِ
وَأَقْبَلَ بِهِ إِلَى الْجَنَّةِ وَطَرَحَهُ وَبَكَى عَلَيْهِ بُكَاءً شَدِيداً حَتَّى بَكَى بِحَيْعٍ مَنْ كَانَ
حَاضِراً“

”پھر آپ نے اس فوج پر حملہ کر دیا اور اسے ہٹا دیا اور گھوڑے سے اترے اور
لاش کو پشت فرس پر رکھا اور اسے خیمہ کی طرف لائے اور رکھ دیا اور شدت کے ساتھ
گریہ فرمایا یہاں تک کہ جتنے حاضرین تھے سب رونے لگے“

اس کے بعد امام کے شب عاشور کے خطبہ کا ذکر ہے، یہ ترتیب بھی واقعات کی،
مسلمات کے خلاف ہے اور بعض اجزاد راایتہ بھی درست نہیں ہیں۔ جیسے حضرت ابوالفضل
العباسؑ کی لاش کا خیمہ میں لانا۔

[۲۰]

تاریخ میں انس بن حارث بن نبیہ کا ذکر ہے۔ اس مقتل میں اصحاب امام حسینؑ میں
سے ایک انس بن کابل کا ذکر ہے کہ انہیں امام حسینؑ نے نصیحت کے لئے ابن سعد کے پاس
بھیجا۔ جب انس بن کابل ابن سعد کا مایوس کن جواب لے کر واپس ہوئے تب حضرت نے
خطبہ پڑھا:

”إِنِّي لَسْتُ أَعْلَمُ أَصْحَابًا... الخ“

جو مسلمان شب عاشور پڑھا گیا مگر اس مقتل میں اسے صبح عاشور درج کیا گیا ہے اور لطف

یہ ہے کہ فقرہ اس خطبہ میں یہ درج ہے:

”هَذَا اللَّيْلُ قَدْ أَسْوَلَ عَلَيْكُمْ“

”یہ دیکھو رات کا پردہ پڑ گیا ہے“

[۲۱]

ترتیب لشکر حسینی میں ہمیں یہ معلوم ہے کہ میمنہ پر زبیر بن قین تھے اور میسرہ پر عبید بن مظاہر تھے، مگر یہاں پر بلال بن نافع بجلی کو بتایا گیا ہے۔ حالانکہ تحقیق یہ ہے کہ بلال کوئی شہدائے کربلا میں تھے ہی نہیں۔

[۲۲]

خندق میں آگ کو روشن دیکھ کر ایک شخص جو فوج شام سے نکلا ہے اور اس نے امام کو مخاطب کر کے گستاخانہ جملہ کہا ہے، اس کا نام جبیرہ الکلبی لکھا ہے، یہ بالکل نیا نام ہے۔

[۲۳]

”قَالَ مَرُّوا بِنِ وَائِلَ لَهَا رَأَيْتُ ذَٰلِكَ مِنْ أَمْرِ الْحُسَيْنِ عَلَيْهِ السَّلَامُ وَشَانِهِ رَجَعْتُ عَنْ قِتَالِهِ فَقَالَ لِي عُمَرُ بْنُ سَعْدٍ مَا لَكَ رَجَعْتَ عَنْ قِتَالِهِ فَقُلْتُ وَاللَّهِ إِنِّي رَأَيْتُ مَا لَمْ تَرَوْا مِنْ أَهْلِ هَٰذَا الْبَيْتِ وَاللَّهِ لَا قَاتِلُ الْحُسَيْنِ عَلَيْهِ السَّلَامُ وَأَصْحَابَهُ أَبَدًا۔“

”مروان بن وائل کا بیان ہے کہ جب میں نے امام حسینؑ کی یہ بات اور ان کا یہ مرتبہ دیکھا تو میں ان کی جنگ سے کنارہ کشی کر کے واپس ہو گیا تو مجھ سے عمر سعد نے کہا کیوں تم ان کی جنگ سے واپس آگئے میں نے کہا بخدا میں نے ان اہلبیتؑ سے وہ دیکھا ہے جو تم لوگوں نے نہیں دیکھا تو بخدا میں حسینؑ اور ان کے اصحاب سے کبھی جنگ نہیں کروں گا“

یہ مروان نام بھی بالکل اجنبی ہے اور یہ قصہ بھی اس مقتل کے منفردات میں سے ہے۔

[۲۴]

نماز ظہر کے قبل زہیر بن قین کی جنگ لکھی ہے جس میں انہوں نے پچاس آدمی فوج دشمن کے قتل کئے اور پھر نماز کی شرکت کے لئے جنگ سے واپس آ گئے۔ مگر جو تاریخی واقعہ مشہور و معروف ہے، یہ ہے کہ حضرت نے سعید بن عبداللہ اور زہیر بن قین کو اپنے سامنے کھڑا کر کے نماز ظہر ادا فرمائی۔

[۲۵]

نماز ظہر کے بعد امام کا اصحاب کو ترغیب و تحریص کرنا اور اس پر بیبیوں کا خیموں سے نکلنا اور جوش دلانا۔ یہ روایت جو بعض مقاتل میں ہے اس کا ماخذ غالباً یہی مقتل ہے۔ اس روایت پر ماضی میں کافی بحث ہو چکی ہے، اور ہمارے خیال میں اسے ناقابل قبول سمجھنا ہی زیادہ بہتر ہے۔

[۲۶]

تقریباً بدیہیات تاریخ میں سے ہے کہ کربلا میں شہداء کی ترتیب اس طرح تھی کہ پہلے تمام اصحاب شہید ہوئے تھے اور جب اصحاب میں سے کوئی باقی نہ رہا اس وقت اعزاء کی باری آئی، مگر اس مقتل میں وہب بن عبداللہ کلبی اور پھر طرماح بن عدی (جن کا وجود بھی کربلا میں از روئے تحقیق نہیں تھا) کی شہادت کے بعد عبداللہ بن مسلم بن عقیل کی اور پھر عون بن عبداللہ (ابن جعفر) کی مبارز طلبی اور شہادت لکھ دی ہے، اور پھر اصحاب کا سلسلہ شروع کر دیا ہے اور کہا ہے:

”وَيَزَّ مَنْ بَعْدَهُ جَابِرُ بْنُ عُرْوَةَ الْغَفَّارِيُّ۔“

”ان کے بعد جابر بن عروہ غفاری میدان جنگ میں گئے“

پھر مالک بن داؤد۔ ان کے بعد پھر موسیٰ بن عقیل اور ایک کوئی احمد بن محمد ہاشمی بنی ان کے بعد لکھا ہے کہ حضرت نے ادھر ادھر نظر کی تو کوئی اصحاب و انصار میں نظر نہ آیا اور حضرت نے صدائے استغاثہ بلند کی، پھر آپ کے اشعار رجز کے لکھ دیئے ہیں۔ اس استغاثہ اور رجز کے بعد اب حمر بن یزید ریاحی کا ذکر آتا ہے کہ انہوں نے جو حضرت کا کلام سنا وہ اپنے چچائی طرف متوجہ ہوئے اور اس سے کہا:

اے چچا! تم سنتے ہو کہ حسینؑ استغاثہ کر رہے ہیں اور کوئی جواب دینے والا نہیں ہے اور ان کے انصار اور پیٹے سب قتل ہو گئے، چچا نے ان کی بات ماننے سے انکار کیا تو وہ اپنے پیٹے کی طرف متوجہ ہوئے، وہ تیار ہو گیا۔

یہ سب کتنا مسلمات تاریخ کے خلاف ہے؟

حرف آغاز قتال میں امام کے پاس آگئے تھے، اس وقت ایک شخص بھی قتل نہیں ہوا تھا۔ پھر حر کے ساتھ کہیں کہیں کتب مقاتل میں ان کے پیٹے اور بھائی کا تو ذکر ہے حالانکہ معتبر وہ بھی نہیں ہے مگر یہ چچا تو ان کا بالکل ہی نیا ہے۔

[۲۷]

حر کی بعد توبہ میدان میں جا کر جو رجز لکھی ہے، وہ تو بالکل اس مقتل کے بعد میں ساختہ و پرداختہ ہونے کی دلیل ہے اور یہ بھی کہ اس کا جمع کرنے والا بالکل تاریخ سے بے خبر یا مغفل بھی تھا کیونکہ یہ رجز جو حمر بن یزید ریاحی کی طرف منسوب کی گئی ہے، یہ وہ اشعار ہیں جو عبد اللہ بن الحر الجعفی نے واقعہ کربلا کے بعد کہے ہیں، اس وقت جب ابن زیاد نے اس پر

عتاب کیا ہے۔ اس بنا پر کہ وہ واقعہ کربلا میں امام کے مقابلہ پر کیوں نہیں گیا تو اس کے جواب میں اس نے یہ اشعار کہے ہیں۔ خود ان اشعار کے مضامین بھی اس کا پتہ دیتے ہیں۔ اس نے کہا ہے:

”مجھے تو اس کی ندامت ہے کہ میں نے حسینؑ کی نصرت کیوں نہ کی۔“
یہ حر کیوں کہتے جو اس وقت نصرت ہی کے لئے میدان میں آئے تھے، پھر اس میں آگے یہ ہے:

”میں اب تمنا رکھتا ہوں کہ فوجیں لے کر حسینؑ کے خون کا بدلا لینے کے لئے تمہارے مقابلہ پر آؤں۔“

پھر شہدائے کربلا کو اس میں یاد کیا ہے، ان کی بہادری کی تعریف کی گئی ہے اور کہا ہے کہ میں ان کی قبروں پر کھڑا ہوتا ہوں تو میری آنکھیں اشکبار ہوتی ہیں۔ اس سب کہنے کا حرسے کیا تعلق ہو سکتا ہے؟“
یہ روایت کی کمزوری نہیں بلکہ فاش غلطی ہے جس کے بعد اس مقتل کے بے اصل ہونے میں کوئی شک نہیں رہتا۔

[۲۸]

حرب جنگ کرچکے اور ان پر تیرباری ہوئی جس سے وہ چور ہو گئے تو لکھا ہے کہ انہیں دشمنوں نے قید کر لیا اور سر کاٹ کے امام کے پاس بھیجا۔ یہ بھی تواریخ اور مقاتل کے خلاف ہے بلکہ امام حسینؑ ان کی لاش پر گئے ہیں۔

[۲۹]

حر کے بعد اس مقتل کے موجد کے نزدیک اصحاب و اعراء میں تو کوئی اور تھا نہیں۔

اس لئے اب اس نے کہا ہے کہ پھر امام نے صدائے استغاثہ بلند کی اور اب امام حسینؑ کے دو بچے احمد اور قاسم میدان میں آئے۔

یہ سب باتیں وہ ہیں جنہیں واقعہ کربلا کے سلسلہ میں درخور اعتناء نہیں سمجھا گیا۔ جناب قاسم کی رخصت اور شہادت مستقل طور پر نقل ہوتی رہی ہے، وہ ہنگامی طور پر کسی صدائے استغاثہ کے اثر سے مضطربانہ میدان میں نہیں آئے تھے، اور احمد بن الحسنؑ کا تو شہدائے کربلا میں وجود ہی محقق نہیں ہے۔

[۳۰]

رخصت امام حسینؑ کے وقت یہ کہنا: ”رَدَّ تَائِلِي حَرَمِ جَدِّ نَا“ اس کی نسبت جناب سکینے کی طرف مشہور و معروف ہے اور اسے جناب سکینے کی کمسنی پر محمول کر کے درست سمجھا جاسکتا ہے۔ مگر اس مقتل میں یہ قول جناب ام کلثومؑ کی طرف منسوب ہے۔ غالباً اسی کی بنا پر ملا محمد تقی برغانی نے بھی مجالس المتقین میں اس کی نسبت جناب ام کلثومؑ کی طرف دی ہے اس صورت میں یہ بالکل ناقابل قبول معلوم ہوتا ہے۔

[۳۱]

منہال کا ایک مکالمہ امام زین العابدینؑ سے دوسری کتابوں میں بھی موجود ہے مگر ان میں یہ ہے کہ منہال کی ایک دن دمشق کے کسی راستے میں امام زین العابدینؑ سے ملاقات ہوئی اور اس وقت یہ گفتگو ہوئی مگر اس مقتل میں یہ عجیب چیز ہے کہ عین دربار یزید میں جب خطیب نے خطبہ پڑھا اور پھر امام زین العابدینؑ نے خطبہ کی اجازت چاہی اور بمشکل اجازت ملی اور آپ نے خطبہ پڑھا اور یزید نے اثنائے خطبہ میں اذان کا حکم دے دیا اور ”أَشْهَدُ أَنَّ مُحَمَّدًا رَسُولُ اللَّهِ“ کی آواز پر امام زین العابدینؑ نے یزید کو

مخاطب کر کے فرمایا کہ یہ میرے جد بزرگوار تھے یا تیرے۔ اس وقت اس مقتل میں لکھا ہے:

”فَلَمْ يَزِدُّ عَلَيْهِ جَوَّابًا وَدَخَلَ دَارَهُ وَقَالَ لَا حَاجَةَ لِي بِالصَّلَاةِ۔“

”اس نے کچھ جواب نہ دیا اور اپنی حرم سرا میں داخل ہو گیا اور کہا کہ اب مجھے نماز کی ضرورت نہیں۔“

اس سے متصل کر کے تحریر ہے:

”قَالَ فَقَامَ الْمِنَهَالُ إِلَى عَلِيِّ بْنِ الْحُسَيْنِ فَقَالَ لَهُ كَيْفَ أَصْبَحْتَ... الخ“

”راوی کا بیان ہے کہ اس پر منہال کھڑے ہو کر امام زین العابدینؑ کے پاس آئے اور آپ سے کہا کہ: آپ کا کیا حال ہے؟“

حالانکہ یہ گفتگو اس وقت انتہائی بے جوڑ ہے، اور اس کے غلط ہونے میں کوئی شبہ نہیں کیا جاسکتا۔

اتنی مثالیں ہمارے خیال میں اس مقتل کے مرتبہ و مقام کو نمایاں کرنے کے لئے کافی ہیں اور چونکہ یہ چیزیں ایسی ہیں کہ اس مقتل میں درج ہونے کے باوجود ہمارے دوسرے مورخین اور علماء نے انہیں اپنی کتابوں میں درج نہیں کیا ہے اس سے ظاہر ہے کہ اسے علمائے سلف نے قابل اعتبار نہیں سمجھا۔ نہ اس کے زیادہ تر روایات کو شہرت عام کا درجہ حاصل ہوا۔

علی نقی النقی

۱۳/ ذیقعدہ ۱۳۹۱ھ

MAQTAL E ABU MAKHNAF KA TAFTEESHI MUTALEAA

BY

**AYATULLAHIL UZMA SAYYIDUL ULAMAA
MAUALANA SAYYID ALI NAQI NAQAVI** TABA SARAH

PUBLISHER

DIGITAL LIBRARY OF NOOR-E-HIDAYAT FOUNDATION
IMAM BARA GHUFRAAN MA'AB, MAULANA KALBE HUSAIN ROAD, CHOWK,
LUCKNOW, 226003(UP)INDIA
PHONE-0522-2252230, 08736009814
EMAIL: noorehidayat@gmail.com
WEBSITE: www.noorehidayatfoundation.org